© rasailojaraid.com

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

آسمانوں کی حقیقت

ایک سوال اور اس کا جواب

موجودہ سائنسی ایجادات عیسائی محققین کی انتھک دوڑ دھوپ کا ثمرہ کہی جاتی ہے۔ قرآن کریم کی نگاہ میں ان کی کیا حیثیت ہے؟ آسمان کیا چیز ہے؟ آسمانوں کی تخلیق کتنے دنوں میں ہوئی اور لفظ دن سے کیا مراد ہے؟ ——— مسعود علی خان

بد قسمتی سے عیسائیت نے اپنے ابتدائی دور میں قدیم یونانی فلسفہ و حکمت کو اپنے مذہبی معتقدات میں شامل کر لیا اور پھر جب اسلام کے عروج کے بعد جدید علمی تحقیقات و فکری اجتہادات سے ان بنیادوں میں تزلزل واقع ہونا شروع ہوا تو اس کے مقابلہ میں عیسائی پادریوں نے علم و فکر پر پابندیاں عائد کرنی شروع کر دیں کیونکہ یہ علمی تحقیقات عیسائیت کی پوری عمارت کو پیوند خاک کر رہی تھیں۔ علم و فکر کی اس بیداری اور اس کی دن دونی تحریک کو دبانے میں ناکام ہو کر انہوں نے سائنسی تحقیقات کو اپنے صحیفوں کے اکثر بے ربط فقروں اور جملوں سے ثابت کر کے عیسائیت کے تن مردہ میں جان ڈالنے کی کوشش شروع کر دی۔

یہ سب کچھ تو ہوا لیکن مسیحیت اور آزاد خیال کے درمیان اس جنگ نے سائنس کو مذہب کا مدمقابل قرار دے دیا اور سائنٹفک طریقہ پر غور و خوض اور تجربات کے معنی یہ قرار پا گئے کہ گویا سائنسی طریقہ فکر (سائنسی فلسفہ) مذہبی طریق فکر کی عین ضد ہے اور جو شخص بھی سائنٹفک طریقہ سے کائنات کے مسائل پر غور کرے اس پر لازم ہے کہ مذہبی نظریہ سے ہٹ کر اس عالم طبعی (PHYSICAL WORLD) کے تمام آثار اور جملہ مظاہر کی علت خدا یا کسی فوق الطبیعت (SUPERNATURAL) ہستی کو مانے بغیر کائنات کے معمہ کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ جذبہ نہ تو عقلی استدلال کا نتیجہ تھا اور نہ دلائل براہین سے خدا کے عدم وجود کو ثابت کیا جا سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ دعویٰ کیا جا سکتا تھا کہ فوق الطبیعت ہستی (SUPERNATURAL) کے وجود کا کوئی ثبوت (POSITIVE EVIDENCE)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سائنس کے پاس نہیں ہے۔ لیکن کسی چیز کے عدم ثبوت اور اس کے عدم وجود یا انکار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بہر حال یہ نیا رجحان مذہب سے بیزاری کا نتیجہ تھا جو مسیحیت کی آزادیٔ خیال دشمنی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں نے بھی جو پچھلی کئی صدیوں سے علم و فکر کے میدان میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اور جنہوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ساتھ دیگر تصورات بھی مغرب سے مستعار لئے یہ کوشش شروع کر دی کہ سائنسی تحقیقات کو کسی نہ کسی طرح قرآن کریم کے مطابق ثابت کیا جائے۔ حالاں کہ قرآن کے نقطۂ نظر سے کائنات کے آثار کا مشاہدہ اس کے اسرار کی تحقیق۔ ان کے علمی قوانین کی دریافت اور ان کو ترتیب دے کر قیاس اور برہان کے ذریعہ نتائج کا استنباط ـــــ ان میں کوئی چیز بھی اسلام کے خلاف نہیں بلکہ قرآن حکیم جگہ جگہ ان حقائق پہ غور و خوض کی دعوت دیتا ہے۔ البتہ اس ضمن میں یہ سمجھ لینا بہت ضروری ہے کہ قرآن نہ تو سائنسی حقائق کے انکشاف کے لئے نازل ہوا تھا اور نہ فلسفیانہ مباحث میں الجھنے کے لئے۔

یوں آپ غور فرمائیں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ گذشتہ تحقیقات کی طرح آج کی سائنسی تحقیقات اور فلسفیانہ اکتشافات میں ایسی یقینیات بہت کم ہیں جن کے متعلق اعتماد کے ساتھ کہا جا سکے کہ آئندہ ان کے غلط ثابت ہونے کا قطعی کوئی امکان نہیں۔ لہٰذا اگر آج سائنسی اکتشافات کا جواز قرآن کریم میں ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی تو پھر کل نئی تحقیقات کی روشنی میں ان آیات سے انکار کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔

یوں بھی جن چیزوں کی ماہیت معلوم کرنے کی صلاحیت خداوند تعالیٰ نے انسان کے اندر ودیعت فرمائی ہیں۔ ان کو قرآن میں بیان کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔ دراصل قرآن کریم انسان کی رشد و ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اس میں عبرت و بصیرت کے لئے اور خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے قدرت کی بعض ایسی واضح نشانیوں کی طرف صرف اشارہ کیا گیا ہے جن کا ایک ایک ذرہ ذرہ رب السماوات والارض کے وجود و ثبوت اور اس کی قدرت کاملہ کا زبان حال سے اعلان کر رہا ہے۔ ظاہر ہے جہاں کہیں ان مظاہر فطرت کو بیان کیا گیا ہے وہاں وہی زبان استعمال کی گئی ہے۔ جو قرآن کے مخاطبین کی سمجھ میں آسانی سے آسکتی تھی۔ البتہ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال پہلے جن حقیقتوں کی جانب اشارہ کیا گیا تھا انہیں اس زمانے کی سائنسی اکتشافات؛ اکتشافات نے اور بھی نکھار دیا ہے اور کہیں سے بھی ان کی تردید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بسا اوقات ان کو سمجھنے میں اور مدد ملتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ علم کی ترقی کے ساتھ قرآن میں جن حقیقتوں کی جانب مجمل اشارہ کیا گیا ہے۔ ان کے سمجھنے میں اور مدد ملتی رہے گی۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے آج کے سائنسی اکتشافات کے لئے قرآن سے سند لانے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ کل ان تحقیقات کی نوعیت میں کوئی تبدیلی یا نیا اضافہ ہو پھر اس وقت قرآنی آیات کو غلط CONTEXT میں استعمال کر کے اپنے لئے بلا وجہ مشکلات پیدا کریں گے اور قرآن کے اصل مقصد کو بھی اس ضمنی اور غیر ضروری مباحث میں الجھا کر بھلا بیٹھیں گے ـــ

اب ان باتوں کی طرف آتے ہوئے جن کا تذکرہ آپ نے اپنے خط میں کیا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ عربی میں لفظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"سما" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سروں کے اوپر بلندی پر پھیلی ہو۔ قرآن مجید کو زمین و آسمان کی طبعی و جغرافیائی ماہیت سے مطلق بحث نہیں لہٰذا "السما" سے مراد ہر وہ چیز ہو سکتی ہے جو انسان کے سر کے اوپر بلند ہے۔ یعنی سما میں اصل تخیل بلندی کا ہے۔ زمین جس طرح بطور فرش ہمیں نیچے سے سنبھالے ہوئے ہے آسمان یا فضا اسی طرح اوپر سے ڈھانپے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ جو محسوس و مرئی چیز اس قدر بلند ہے کہ بلند سے بلند سمایا ہے۔ اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں، پرندوں، طیاروں کی بلند پروازیاں سب اس کے اندر سما جائیں اور سب اس سے پست ہی ہیں۔ تو چھت کا اطلاق اس پر بھی نہ ہوگا تو اور کس پر ہوگا۔

آسمان کی ہیئت سے قرآن مجید کو بحث نہیں کیونکہ دنیا کا اخلاقی اور روحانی نظام آسمان کی ہیئت پر منحصر نہیں آسمان کوئی ٹھوس مادہ جسم رکھتا ہے یا محض خلا اس سے قرآن کو بحث نہیں۔ اس قسم کے مسائل کا تعلق تمام تر دنیوی تجرباتی علوم سے ہے۔ قرآن کو تو آسمان کا صرف وہی وصف بیان کرنا ہے جو اس کے موضوع سے تعلق رکھتا ہے اور یہی اس نے کر دیا ہے۔

آسمان و زمین کی پیدائش کے سلسلے میں آپ نے ۱۔ سورہ الفرقان آیت ۵۹ - ۲۔ حم سجدہ آیت ۹ سے ۱۲ ۳۔ التوبہ آیت ۳۶ - اور البقرہ آیت ۲۹ کا ذکر کیا ہے۔ سورہ الفرقان میں یہ صاف طور پر ذکر کیا گیا ہے ہم نے آسمان و زمین کو چھ دنوں میں بنایا۔ لیکن دن سے مراد زمانہ ہی ہو سکتا ہے یعنی چھ مختلف ادوار یا زمانوں میں یا چھ مراتب وجود کے ساتھ یوم کا مطلب یوں بھی محاورہ عرب میں مدت کے معنی میں ہمیشہ مستعمل رہا ہے۔ اس طرح اگرچہ بائبل میں پیدائش (۱:۳۱) صبح و شام کا بھی ذکر ہے مگر یہاں دن رات مراد لینا ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ زمین اور سورج کی گردش کا نام ہم نے دن رات رکھ چھوڑا ہے وہ "خلق السمٰوٰت والارض" کے وقت موجود ہی نہیں تھے بلکہ عدم سے عالم وجود میں آ رہے تھے۔

سورہ حم السجدہ کی جن آیات کا حوالہ آپ نے دیا ہے اس مقام کی تفسیر میں اکثر لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر زمین کی تخلیق کے دو دن (آیت ۹) اور اس میں پہاڑ جمانے اور برکتیں نازل کرنے (آیت ۱۰) اور سامان خوراک پیدا کرنے کے چار دن (دور یا زمانے) کر لئے جائیں تو آگے آسمانوں کی پیدائش میں جن دو دنوں کا ذکر کیا گیا ہے اس کے لحاظ سے مزید دو دن ملا کر کل آٹھ دن بن جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر قرآن مجید میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق کل چھ دنوں میں ہوئی ہے۔ اس بنا پر زیادہ تر مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ یہ چار دن زمین کی تخلیق کے دو دن سمیت ہیں یعنی دو دن تخلیق زمین کے لئے اور دو دن زمین کے اندر ان باقی چیزوں کی پیدائش کے لئے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح جملہ چار دنوں میں زمین اپنے سر و سامان سمیت مکمل ہوئی۔

اکثر مفسرین اس توضیح کو غیر ضروری زحمت اور قرآن کے ظاہری الفاظ کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ زمین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تخلیق دو دن دراصل ان دنوں سے الگ نہیں ہے جن میں بحیثیت مجموعی پوری کائنات نہیں ہے۔ آگے کی آیات پر غور کیجیے تو ظاہر ہو جائے گا کہ ان میں زمین و آسمان دونوں کی تخلیق کا یکجا ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر اس سے اگلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے دو دنوں میں سات آسمان بنائے۔ ان سات آسمانوں سے ظاہر ہے کہ پوری کائنات ہی مراد ہو سکتی ہے جس کا ایک جزو ہماری زمین بھی ہے۔ پھر جب کائنات کے دوسرے بے شمار تاروں اور سیاروں کی طرح یہ زمین بھی دو دنوں کے اندر ایک کرہ کی شکل اختیار کر چکی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ذی حیات مخلوقات کے لئے تیار کرنا چاہا اور چار دنوں کے اندر اس میں وہ سب کچھ سر و سامان پیدا کر دیا جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرے تاروں اور سیاروں میں ان چار دنوں میں کیا کچھ ترقیاتی کام کئے گئے۔ ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کیونکہ نزول قرآن کے دور کا انسان تو در کنار اس زمانے کے آدمی کے لئے بھی ان معلومات کے ہضم کرنے کی استعداد نہیں۔

سورۃ توبہ اور بقرہ میں بھی لفظ "یوم" کے استعمال سے آپ کو شبہ ہوا ہے۔ خاص طور پر سورۃ توبہ کے اس جملے سے کہ "یوم خلق السمٰوٰت والارض" آپ نے یہ مطلب نکالا ہے کہ زمین و آسمان ایک دن میں تخلیق کئے گئے۔ یہ مطلب صحیح نہیں ہے۔ سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کرنے کے سلسلہ میں یہ جملہ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "جس روز سے آسمان و زمین پیدا کئے گئے" یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جیسے ہم کہتے ہیں کہ روز اول سے یہ اسی طرح ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ روز اول سے مقصود چوبیس گھنٹے والا ایک دن ہے۔

قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے عربی زبان اور محاورہ عرب اور خاص طور پر ان مطالب کو سامنے رکھنا ضروری ہوتا ہے جو قرن اول میں قرآن کے مخاطبین نے سمجھا تھا۔ اگر آپ یہ کر سکیں تو مجھے یقین ہے کہ سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قرآن کے اسرار و رموز کے بعض ایسے گوشے آپ کے سامنے آئیں گے جن تک سائنس سے ناواقف حضرات کی نظر نہیں پہنچی ہے۔ مگر اس کے لئے پہلے قرآن کریم کا تفصیلی مطالعہ ضروری ہے۔ اگر آپ کمی وقت کے باعث عربی میں مہارت نہیں حاصل کر سکتے تو اردو کی دو ایک مستند تفسیریں جیسے تفسیر ماجدی (اردو اور انگریزی) کا مطالعہ ضرور کریں ورنہ اس قسم کی غلط فہمیوں کا پیدا ہونا بعید نہیں۔

بقیہ: قرآن کریم کا زندہ اعجاز

لیکن سورۃ قٓ میں اخوان لوط کا لفظ آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قوم لوط کے لفظ سے اس کا ضرب اس خاص عدد سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اخوان کے آجانے سے اس کے ضربات پورے ہو جاتے ہیں۔

اور بھی اس طرح کی کئی مثالیں اس شمارہ میں دی گئی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم خداوند کریم کا کلام ہے اور اس کے کلام میں ہر جگہ ایک خاص نظام موجود ہے اور اس عددی حساب سے پورا کلام مربوط و مرتبط ہے۔

فسبحانہٗ ما اعظم شانہٗ

© rasailojaraid.com